اسلامی نظریاتی کونسل کا پاکستان میں بلاسود بینک کاری کے لیے سفارشات کے طریقہ کار کا تحقیقی جائزہ

Research Analysis of the Methodology Adopted by the Council of Islamic Ideology in Formulating Suggestions for Riba Free Banking in Pakistan

مقالہ نگار: **ڈاکٹر عبدالرحمن**

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف پونچھ، راولاکوٹ، آزاد جموں وکشمیر

drabdulrehmank@gmail.com

معاون مقالہ نگار: **ڈاکٹر نگہت اکرم**

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف پونچھ، راولاکوٹ، آزاد جموں وکشمیر

ڈاکٹر محمد سہیل

اسسٹنٹ پروفیسر، اقراء نیشنل یونیورسٹی، پشاور

ABSTRACT

This article analysis the methodology adopted by the Council of Islamic Ideology in formulating suggestions for Riba-free banking in Pakistan. In March 1963, the Council received a reference from the Ministry of Finance Government of Pakistan, requesting the council to formulate suggestions for Riba-free banking. In this regard, the Islamic Ideology Council presented its final report to the government in 1969, declaring the existing Riba to be Ḥaraam. The Council also suggested to set up a panel of Economists, financial experts and bankers with a task to put forward practical ways for altering the existing interest-based economy into an Islamic Economy. But the government did not take any serious steps to put these suggestions into practice. In 1977, President Zia-Ul-Ḥaq made this council more functional and advised it to reformulate suggestion for the Riba-free banking in three years. Thereupon, the Council established a panel of 15 economists, financial experts and bankers with a task to come up with practical suggestions for the intended alternative Islamic banking model. In this regard, the panel conducted several meetings. Foreign experts were also invited to make their contributions. The Council vigilantly and constantly supervised the task; and finally about two and a quarter years after the establishment of the panel, the council received three reports. The first report discussed the prevailing Zakat system in Pakistan; the second one contained suggestions about how to eradicate Riba from certain financial institutes and bodies; and the third one covered Riba-free banking. The Council of Islamic Ideology deeply considered this report and made appropriate amendments. At last, it finalized the report in a meeting held on June 15, 1980 in Karachi. It is, in fact, a comprehensive report prepared jointly by various schools of Fiqh, economists, financial experts, bankers and international Islamic scholars.

***Keywords*:** Council of Islamic Ideology, Riba-free banking, financial experts

تمہید

آئینِ پاکستان کے باب اسلامی احکام کی دفعہ 227 میں واضح طور پر کہا گیا کہ مملکتِ پاکستان میں تمام قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق بنایا جائے گا اور ایسا کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا جو قرآن وسنت کے منافی ہو۔اسی باب کی دفعہ 228 میں اسلامی نظریاتی کونسل کا ادارہ تشکیل کرنے کا اعلان کیا گیا۔[1] اسی طرح آئین پاکستان کی دفعہ 38 میں مملکت معاشی فلاح و بہبود کے فروغ کے لیے ملک سے رباء کو جتنی جلدی ممکن ہو، ختم کرے گی۔[2]

ڈاکٹر محمد امین نے اپنی کتاب "عصر حاضر اور اسلام کا نظام قانون" میں کونسل کے کام کو چار عنوانات میں تقسیم کیا ہے:

- مروج قوانین کو اسلام کے مطابق ڈھالنا
- اسلامی نقطہ نظر سے ہم آہنگ نئی قانون سازی
- آئین کو اسلامی نقطہ نظر سے تبدیل کرنا
- معاشرے کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کے لیے قانونی اور دیگر اقدامات[3]

نظام معیشت کو سود سے پاک کرنے کا کام اسلامی نظریاتی کونسل کے کام "مروج قوانین کو اسلام کے مطابق ڈھالنے" کے سلسلے کی کڑی ہے۔ جس میں مملکت پاکستان کے لیے ایسے نظام معیشت کے لیے سفارشات مرتب کرنا تھی جو شریعت کے مطابق ہوں اور عصر حاضر کی ضروریات کو بھی پوری کرتی ہوں۔

بلاسود بینکاری رپورٹ کا پسِ منظر

اسلامی نظریاتی کونسل کا نظامِ معیشت کے لیے سفارشات کا پسِ منظر یہ ہے کہ 1962ء کے آئین کی ایک دفعہ کے ذریعے اسی طرح کا ایک ادارہ اسلامی مشاورتی کونسل کے نام سے بنایا گیا۔اس ادارہ کو وزارت خزانہ کی جانب سے ملک میں رائج سود کے بارے میں استفسار بھیجا گیا تھا۔ کونسل کے اس سلسلے میں متعدد اجلاس ہوئے۔10 دسمبر 1966ء کو اسلامی مشاورتی کونسل کا اجلاس ڈھاکہ میں منعقد ہوا جس میں باہم مشاورت سے رباسے متعلق ایک سوالنامہ پر اتفاق کیا گیا، جو چودہ سوالات پر مشتمل تھا۔اسی طرح 123 علماء، ماہرین معاشیات اور ماہرین بینک اری کے نام بھی فائنل کیے جن کو یہ سوالنامہ بھیجا جائے گا۔اسی طرح سترہ ممالک کے ناموں کو بھی حتمی شکل دی جہاں سے بلاسود معیشت سے متعلقہ معلومات حاصل کرنی ہیں۔اسلامی مشاورتی کونسل نے اس سلسلے میں 23 دسمبر 1969ء کو ڈھاکہ میں جناب چیئر مین علامہ علاؤالدین صدیقی کی قیادت میں اجلاس منعقد کیا جس میں مذکورہ سوالنامہ کی تشہیر نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔[4]

مذکورہ اجلاس میں اسلامی مشاورتی کونسل نے اپنے تئیں اپنے متعدد اجلاس بحوالہ حکومتی استفسار پر غور وخوض کے نتیجے میں اپنی فائنل رپورٹ مرتب کی۔[5] اس رپورٹ کے الفاظ یہ تھے:

"اسلامی نظریاتی کونسل اس امر پر متفق ہے کہ ربٰو اپنی ہر صورت میں حرام ہے اور شرح سود کی بیشی اور کمی سود کی حرمت پر اثر انداز نہیں ہوتی ہے۔افراد اور اداروں کے لین دین کی مندرجہ ذیل صورتوں پر کامل غور و فکر کے بعد کونسل اس نتیجے پر پہنچی ہے۔

الف: موجودہ بینکاری نظام کے تحت افراد، اداروں اور حکومتوں کے درمیان کاروباری لین دین اور قرضہ جات میں اصل رقم جو بڑھوتری لی یا دی جاتی ہے وہ داخل ربٰو ہے۔

ب: خزانہ کی طرف سے تھوڑی مدت کے قرضہ پر جو چھوٹ دی جاتی ہے وہ بھی داخل ربٰو ہے۔

ج: سیونگ سرٹیفکیٹ پر جو سود دیا جاتا ہے وہ ربٰو میں شامل ہے۔

د: انعامی بونڈز پر جو انعام دیا جاتا ہے ربٰو میں شامل ہے۔

ھ: پروویڈنٹ فنڈ اور پوسٹل بیمہ زندگی میں جو سود دیا جاتا ہے وہ بھی ربٰو میں شامل ہے۔

و: صوبوں، مقامی اداروں اور سرکاری ملازموں کو دیئے گئے قرضوں پر بڑھوتری ربٰو میں شامل ہے۔

مندرجہ بالا بڑھوتری کی صورتیں بظاہر ربٰو میں شامل دکھائی دیتی ہیں اس لیے اسلامی مشاورتی کونسل یہ تجویز کرتی ہے کہ اس نظام کی اسلام کی روشنی میں اصلاح کے لیے حکومت پاکستان مشاورتی کونسل کے مشورہ اور امداد کے لیے اکابر فقہاء، ماہرین معیشت و ماہرین قانون کی ایک کمیٹی مقرر کرے جو رائج نظام کی اصلاح کی صورتیں تجویز کرے۔کونسل پر امید ہے کہ مناسب کوشش سے اصلاح ممکن ہے۔(واللہ اعلم بالصواب)"[6]

اس رپورٹ پر علامہ علاء الدین صدیقی (چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل)، مولانا عبدالحامد بدایونی، شمس العلماء مولانا ولایت حسین ،ڈاکٹر سید معظم حسین، ابوالہاشم اور ڈاکٹر اے ڈبلیو جے ہالے پوتہ کے دستخط موجود ہیں۔بقیہ اراکین میں سے جسٹس امین الاسلام اور ڈاکٹر اے۔بی۔اے حلیم کی رائے رپورٹ سے متفق تھی بجز انعامی بونڈ کے مسئلہ پر ان کا خیال تھا کہ اس میں ربٰو ہونے کا مسئلہ واضح نہیں۔اسی طرح مفتی جعفر حسین مجتہد کی رائے یہ تھی کہ بینکوں کے لین دین کا معاملہ تو واضح ربٰو ہے بقیہ صورتوں پر مزید غور و فکر کیا جانا چاہیے۔[7]

بعد ازاں ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے دور میں تقریباً تین سال(20دسمبر 1971تا 13 اگست 1973ء) کونسل کا تشکیلی خلا رہا۔اس دوران کونسل کی کوئی رپورٹ تیار نہ ہو سکی۔ جس کی وجہ سے کونسل کی حکومت کو دی گئی کمیٹی بنانے کی تجویز پر عمل درآمد نہ ہو سکا۔[8]

آئین پاکستان(1973ء)اور بلاسود بینکاری رپورٹ کا دوسرا مرحلہ

اس کے بعد 1973ء میں نیا آئین بنایا گیا جس کے تحت اسلامی نظریاتی کونسل کا قیام عمل میں آیا۔اس کے بعد کونسل نے اپنے پہلے تشکیلی دور(2فروری 1974ء تا یکم فروری 1977ء) میں انسداد ربا کے حوالے سے کوئی خاطر خواہ کام نہیں

کیا۔ 31 جنوری 1976ء کو اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنے اجلاس میں سوالنامہ ربا جو 1966ء کو اسلامی مشاورتی کونسل نے مرتب کیا تھا، میں ترمیم کا فیصلہ کیا۔ اب یہ سوالنامہ سولہ سوالات پر مشتمل تھا۔ مزید اس اجلاس میں متعدد اداروں اور شخصیات کو یہ سوالنامہ ارسال کرنے کی منظوری دی۔ جس کے نتیجے میں 108 علماء دین، ماہرین معاشیات اور اداروں کو سوالنامہ بھیجا گیا۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئر مین، اراکین اور سابقہ اسلامی مشاورتی کونسل کے اراکین کی تحریری آراء کے علاوہ 28 جید علماء کرام، ماہرین معاشیات اور مختلف اداروں کی جانب سے سوالنامہ ربا پر جوابات کونسل کو موصول ہوئے۔ ان جوابات پر غور وخوض کے لیے کونسل کے متعدد اجلاس ہوتے رہے۔[9]

کونسل کی سالانہ رپورٹ 1976ء۔ 77 میں کونسل کی طرف سے حکومت کے لیے جو 31 سفارشات مرتب کی گئیں ان میں سے سفارش نمبر 21 میں یہ بات درج ہے کہ ربا حرام ہے اور اسے ختم کیا جانا چاہیے اور سفارشات بعد میں مرتب کی جائیں گی۔[10] اس سے پتا چلتا ہے کہ کونسل نے اپنے سابقہ ادوار میں کیے جانے والے انسداد ربا کے کام سے استفادہ نہیں کیا۔ حالانکہ اسلامی مشاورتی کونسل کی فائنل رپورٹ جو 1969ء میں حکومت کو پیش کی گئی تھی اس میں رائج سود کو ربا قرار دے کر حکومت سے اس نظام کی اصلاح کے لیے ماہرین معاشیات اور علماء کرام کے پینل بنانے کی سفارش کی گئی تھی۔ اس سے واضح ہوا کہ تقریباً آٹھ سال گزر جانے کے بعد بھی معاملہ جوں کا توں رہا جس میں کوئی قابل ذکر پیش رفت نہ ہو سکی۔

جنرل محمد ضیاء الحق اور بلاسود بینکاری رپورٹ کا تیسرا مرحلہ

صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے 1977ء میں حکومت کی زمام کار اپنے ہاتھوں میں لی اور اسلامی نظریاتی کونسل کو مزید فعال بنایا۔ صدر مملکت نے اقتدار سنبھالنے کے بعد پاکستان میں نفاذ شریعت کے لیے متعدد کام کیے۔ ان میں نظام معیشت سے سود کے خاتمے کے لیے اقدامات لائق تحسین ہیں۔ صدر مملکت نے نظام معیشت سے انسداد سود کے لیے 29 ستمبر 1977ء کو اسلامی نظریاتی کونسل کے ذمہ ایک ایسا معاشی ڈھانچہ تیار کرنے کا کام تفویض کیا جو سود سے پاک اور پاکستان کی معاشی ترقی کا ضامن ہو۔ اس دوران صدر مملکت نے قوم سے خطاب کے دوران ایسے معاشی ڈھانچے کے لیے تین سال کی مدت مقرر کی۔[11]

بلاسود بینکاری رپورٹ کی تدوین کا طریقہ کار

اسلامی نظریاتی کونسل نے مذکورہ معاشی ڈھانچے کے لیے ماہرین معاشیات، بینکاروں اور اسلامی قانون کے ماہرین پر مشتمل پندرہ رکنی پینل تشکیل دیا جس کے چیئر مین ڈاکٹر احسان رشید تھے۔[12] پینل کے کام میں معاونت کی غرض سے بینک دولت پاکستان کے ریسرچ ڈیپارٹمنٹ سے ڈاکٹر منظور علی۔ ایڈیشنل ڈائریکٹر اور مسٹر سمیع اللہ خان ڈپٹی چیف اسپیشل اسٹڈیز ڈویژن کو ساتھ رکھا گیا۔ پینل کے پیش نظر ایسا معاشی ڈھانچہ تھا جو شریعت کے مطابق ہو اور معیشت سے متعلقہ عصر حاضر کے تقاضوں کی ضرورتوں کو بھی پورا کرنے والا ہو۔ اس مقصد کے حصول کے لیے پینل کے آٹھ اجلاس ہوئے۔ 4 جنوری 1978ء کے اجلاس میں

پینل ہی کے تین ماہرین [13] کی رپوٹس پر غور وخوض کیا گیا جو بینک وں سے سود کے خاتمے سے تجاویز پر مشتمل تھیں۔ابتدائی طور پر پینل نے سود کے خاتمے کے لیے یہ تجویز پیش کی کہ اسے فی الفور ختم کرنے کے بجائے مرحلہ وار ختم کیا جانا زیادہ مناسب ہے۔[14]

پینل نے ابتدائی مرحلے میں این آئی ٹی، آئی سی پی، اور ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن سے سود ختم کرنے کے لیے نومبر 1979ء میں اپنی رپورٹ کونسل کو پیش کی۔اسلامی نظریاتی کونسل نے اس رپورٹ کی مدد سے اپنی سفارشات مرتب کر کے حکومت کو پیش کیں۔جس کے نتیجے میں حکومت نے ان اداروں سے سود کے خاتمے کا اعلان کیا۔[15]

پینل کا اسلامی نظریاتی کونسل سے استفسار

پینل نے اپنی رپورٹ مرتب کرتے ہوئے اسلامی نظام معیشت سے متعلقہ چند اہم مسائل کے حل کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل سے رجوع کیا۔جن کے جوابات کونسل کے ممبران علماء میں سے مفتی محمد حسین نعیمی صاحب، مفتی سیاح الدین کاکاخیل صاحب اور مولانا محمد تقی عثمانی نے مرتب کیے۔[16]

چوں کہ ان سوالات کا تعلق خالصتاً فقہی نوعیت سے تھا جن کے جوابات کے لیے پینل نے اسلامی نظریاتی کونسل سے رجوع کیا تاکہ سودی نظام کے متبادل اسلامی نظام معیشت کا خاکہ مرتب کیا جاسکے۔پینل نے سات طرح کے سوالات علماء کرام کے سامنے پیش کیے۔اور وقتاً فوقتاً دیگر سوالات کے لیے بھی کونسل سے رجوع کیا جاتا رہا۔

پہلا سوال کھاتہ داروں کی ضمانت کے حوالے سے تھا۔جس کے مطابق کھاتہ دار جو رقم بینک میں جمع کراتے ہیں وہ لازماً اصل زر مع سود واپس لیتے ہیں، انہیں یہ رقم ڈوبنے کا خدشہ نہیں ہوتا۔اسی طرح بینک جن لوگوں کو قرض دیتا ہے وہ بھی اصل زر مع سود واپس لیتا ہے۔اس شخص کے کاروبار میں نقصان و نفع کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔جب کہ شریعت نے اس کے مقابلے میں شرکت و مضاربت کے معاہدات بتائے ہیں۔جس میں نفع و نقصان دونوں کا احتمال رہتا ہے۔لہٰذا نئے نظام کی کامیابی کے لیے کھاتہ داروں کا اعتماد کس طرح قائم کیا جاسکتا ہے۔مزید یہ کہ اس مقصد کے لیے ضمانت کا طریق کار اپنایا جاسکتا ہے۔پھر سوال میں ضمانت کی مختلف صورتوں کے بارے میں پوچھا گیا۔اس کا جواب یہ دیا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنے سرمائے کی حفاظت چاہتا ہو تو وہ رقم بطور قرض بینک کو دے دے۔بینک اسے اتنی ہی رقم واپس کرے گا۔اب اس رقم سے بینک کاروبار کرے، اس کاروبار کے نفع و نقصان کا اس شخص کے قرض پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔جیسا کہ آج کل بینک وں میں اس مقصد کے لے کرنٹ اکاؤنٹ کھولا جاتا ہے۔لیکن اگر کوئی شخص اپنی رقم کو سرمائے پر لگانا چاہتا ہے تو جس طرح وہ نفع میں شریک ہو رہا ہے اسے نقصان میں بھی شریک ہونا پڑے گا۔کھاتہ داروں کی ضمانت کے حوالے سے اسلامی اصولوں کی روشنی میں کھاتہ داروں کو سو فی صد ضمانت نہیں دی جاسکتی۔اس سلسلے میں علماء کرام نے فقہائے حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ اور جعفریہ کی مستند کتابوں کے حوالے دیئے [17] جس کے مطابق کھاتہ داروں کو ان کے سرمائے میں نفع کی سو فی صد قانونی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔ہاں اگر بینک کی لاپرواہی اور غفلت کی وجہ سے نقصان ہوا ہو تو اس صورت میں

حکومت بینک سے یا خود اس کا تاوان ادا کر سکتی ہے۔ تاہم علماء نے کہا کہ غیر سودی بینک اری کے آغاز میں کھاتہ داروں کے اعتماد کے لیے عبوری و آزمائشی مدت میں حکومت یہ اعلان کر سکتی ہے کہ وہ کھاتہ داروں کے سرمائے کے مطلقاً یا بعض صورتوں میں نقصان کی تلافی کرے گی۔ لیکن اس وعدے کی حیثیت قانونی نہیں بلکہ دیانتاً اور اخلاقاً ہو گی۔ یہ صورت اس وقت قابل عمل ہے جب بینک نجی ملکیت میں ہوں نہ کہ حکومتی ملکیت میں۔ حکومتی ملکیت کی صورت میں وہ شعبہ جو بینک وں کے انتظام و انصرام کا مالک ہے اس کے بجائے کوئی دوسرا شعبہ یہ وعدہ کر سکتا ہے۔[18]

دوسرا سوال نقد و ادھار قیمتوں میں فرق کے حوالے سے تھا اور اسی کی مختلف صورتوں کے بارے میں پوچھا گیا۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ اکثر فقہاء کے نزدیک نقد و ادھار قیمتوں میں فرق رکھا جا سکتا ہے جو کہ اصل بیع کے طے ہونے پر ہی اس پر حلت و حرمت کا حکم لگایا جائے گا۔ چوں کہ یہ معاملہ بعض فقہا کے ہاں ناجائز بھی ہے۔ لہٰذا اس معاملہ کو مختلف فیہ کہا جائے گا۔ اس لیے علماء کرام کی رائے تھی کہ اس طریق کار کو سخت مجبوری اور عبوری طور پر ہی اختیار کیا جانا چاہیے۔ اس کو اس مستقل نظام کی حیثیت سے اختیار کرنے سے پرہیز کیا جائے۔ اس سے سودی ذہنیت کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ مزید ادھار و نقد کی قیمتوں میں تفاوت کی مختلف صورتوں کو جائز قرار دیا گیا۔[19]

تیسرا سوال ہنڈی میں کٹوتی کے حوالے سے تھا۔ جس کے مطابق قرض خواہ قرضے کی رقم طے شدہ مدت سے پہلے وصول کرنا چاہتا ہے۔ اس صورت میں مقروض یا اس کے وکیل کی یقین دہانی پر وہ رقم طے شدہ مدت سے پہلے کٹوتی کر کے ادا کر دی جاتی ہے۔ اس کی صورت جو مروج ہے اس کو فقہانے ناجائز قرار دیا ہے۔ البتہ اس طریقے میں کچھ تبدیلی کر لی جائے تو یہ جائز ہو گا۔ طریق کار یہ ہو گا کہ قرض خواہ بینک کے ساتھ دو معاملے کرے ایک یہ کہ مقروض کی طرف سے اپنے قرض کی وصولی کا بینک کو وکیل بنائے اور بینک اس کام کی اجرت لے سکتا ہے۔ اس کے بعد بینک اس دستاویز کی بنیاد پر قرض خواہ کو اتنی ہی رقم بلاسود قرض دے دے۔ قرض خواہ بینک کو وکیل بنانے کی اجرت ادا کر دے گا۔ پھر بینک مقروض سے لی گئی رقم وصول کرے گا تو اس صورت میں قرض خواہ سے اجرت کا حساب کر کے معاملہ ختم کر دیا جائے گا۔ اس سلسلے میں علماء نے مولانا اشرف علی تھانویؒ کا فتوی امداد الفتاویٰ سے بھی بطور توثیق پیش کیا۔[20]

چوتھا سوال روپے کی قوت خرید میں کمی بیشی کی صورت میں کیا حکومت لوگوں کے نقصان کی تلافی کر سکتی ہے۔ تو اس کا جواب یہ دیا گیا کہ قرض کا اسلامی اصول یہ ہے کہ جو چیز قرض میں لی گئی ہو اتنی ہی مقدار میں واپس کی جائے گی۔ اس دوران اس چیز کی قیمت میں کمی زیادتی کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔[21]

پانچواں سوال قرض اور شرح مبادلہ میں تبدیلی کے حوالے سے تھا۔ تو اس بارے میں یہی جواب دیا گیا کہ جس کرنسی کے مطابق قرض لیا ہے اسی کرنسی کے مطابق اتنا ہی واپس کیا جائے گا۔ مثلاً اگر سو ڈالر قرض لیا تو اتنا ہی سو ڈالر واپس کرنا ہو گا۔ اگر کسی وجہ سے

ڈالر کے بجائے روپے میں ادائیگی کرنا ہو تو تب بھی اس دن سو ڈالر جتنے روپے کا ہو گا اتنے روپے ادا کرنے ہوں گے۔[22]
چھٹا سال قرضوں کی نیلامی کے حوالے سے تھا تو اس کا یہ جواب دیا گیا کہ اگر نیلامی کا مطلب رقم پر زیادہ سے زیادہ فی صد شرح سے معین زیادتی ہے تو یہ صورت واضح طور پر سود ہے۔ اگر اس کی صورت یہ ہو کہ بینک اس شخص یا پارٹی کے ساتھ معاملہ کرے جو شرکت و مضاربت میں زیادہ سے زیادہ تجارتی منافع فیصد حصہ دینے پر راضی ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں۔[23]
ساتواں اور آخری سوال یہ تھا کہ متبادل قرض کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ تو اس کا جواب علماء کرام نے نفی میں دیا کہ ایسا قرض جس میں کسی طرح کا نفع اٹھایا جائے وہ ربٰو کہلائے گا۔ لہذا متبادل قرض کی صورتیں ناجائز قرار پائیں۔[24]

بین الاقوامی مجلس مذاکرہ اور بلاسود بینکاری رپورٹ

اسلامی کانفرنس جدہ کے تعاون سے اسلامی نظریاتی کونسل کے زیر اہتمام تطبیق شریعت کے موضوع پر تین روزہ بین الاقوامی مجلس مذاکرہ سٹیٹ بینک اسلام آباد کی بلڈنگ میں نوتا گیارہ اکتوبر 1979ء کو منعقد ہوئی۔ اس مجلس مذاکرہ کا افتتاح صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے کیا۔ اس مجلس مذاکرہ میں انیس غیر ملکی مندوبین اور اٹھائیس ملکی مندوبین نے تطبیق شریعت کے مختلف موضوعات پر مقالات پیش کیے۔ ان مقالات کا جائزہ لینے کے لیے دو کمیٹیاں تشکیل دی گئیں جن میں سے ایک کمیٹی نے دیگر عناوین کے ساتھ نظام معیشت کے موضوعات کا جائزہ لیا۔[25]

اس مذاکرہ کی تفصیلی کارروائی وزارت قانون کی زیر نگرانی مرتب کی گئی۔ اسلامی نظریاتی کونسل سے بلاسود نظام معیشت کی سفارشات مرتب کرنے میں یقیناً اس مذاکرہ کے مقالات بعنوان نظام معیشت سے ضرور استفادہ کیا ہو گا۔ یہ مقالات نہ صرف متفرق مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے اندرون ملک علماء کرام کی جانب سے پیش کیے گئے بلکہ بیرون ممالک سے تعلق رکھنے والے مختلف فقہی مذاہب سے تعلق رکھنے والے علماء کرام کی جانب سے پیش کیے گئے۔ جو اس امر کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ تمام ملکی و غیر ملکی علماء کرام نفاذ شریعت بالخصوص بلاسود نظام معیشت کے سلسلے میں متفق ہیں۔

بلاسود بینکاری رپورٹ کی حتمی تدوین

ماہرین معاشیات و بینکاری کے پینل نے اپنی فائنل رپورٹ فروری 1980ء میں اسلامی نظریاتی کونسل کو پیش کی۔ اس رپورٹ پر اسلامی نظریاتی کونسل کے متعدد اجلاس ہوئے جس میں اس رپورٹ کا دقت نظر سے مطالعہ کیا گیا۔ جہاں اس میں ضرورت محسوس ہوئی، مناسب اصلاح و ترمیم اور حذف و اضافہ کیا گیا۔ کونسل نے 15 جون 1980ء کو کراچی کے اجلاس میں رپورٹ کو آخری شکل دی۔ اس کے بعد یہ رپورٹ حکومت کو پیش کی گئی۔[26]

کونسل کی جانب سے فائنل رپورٹ جو حکومت کو پیش کی گئی وہ انگریزی زبان میں بعنوان:
(Elimination of Riba from the Economy and Islamic Modes of Financing) تھی۔ بعد میں

اس رپورٹ کا اردو ترجمہ بعنوان "بلاسود بینکاری"[27] کیا گیا۔ بعدازاں ملک عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ (سعودی عرب) نے اس کا عربی ترجمہ بعنوان "الغاء الفائدۃ من الاقتصاد (تقریر مجلس الفکر الاسلامی فی الباکستان)" کیا۔

بلاسود بینکاری رپورٹ کا منہج (Methodology)

رپورٹ بلاسود بینک اری تعارف، پانچ ابواب اور اختتامیہ جس میں فیصلوں اور سفارشات کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے، پر مشتمل ہے۔[28] تعارف میں سود کی شناعت کو بیان کیا گیا اور بتایا گیا کہ اسلامی نظریاتی ریاست میں سود کی کوئی گنجائش نہیں بنتی۔ پھر بلاسود بینک اری رپورٹ کا پسِ منظر بیان کیا گیا کہ ماہرین معاشیات و بینکاری پینل نے پورے خلوص اور محنت سے رپورٹس مرتب کیں۔ ان رپورٹس میں سے خاص طور پر "رپورٹ بلاسود بینک اری" کی اہمیت نہ صرف ملکی بلکہ بین الاقوامی سطح پر ایسا منفرد کارنامہ ہے جس میں ماہرین معاشیات و بینکاری کی مدد سے اس رپورٹ کے تمام علمی و عملی و نظری پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا جس کی نظیر پوری دنیا میں نہیں ملتی۔ مزید تجویز دی گئی کہ معیشت سے سود کا خاتمہ اسلام کے مکمل نظام کا ایک جزو ہے۔ جب تک معاشرے میں دیگر اعلیٰ اقدار جیسا کہ خداخوفی، دیانتداری، احساس ذمہ داری اور حب الوطنی جیسی اقدار نہ پروان چڑھائی جائیں وہاں محض معیشت کو اسلامی بنانے سے کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں کی جاسکتی۔ بلکہ اس صورت میں اس معیشت کے اسلامی پہلو بھی آہستہ آہستہ غیر اسلامی ہوتے جائیں گے۔[29]

بلاسود بینک اری رپورٹ کا پہلا باب "مسائل، مشکلات اور ان کے حل کی تدابیر" پر مشتمل ہے۔ جس کے آغاز میں سود کی حرمت کے حوالے سے چند قرآنی آیات اور احادیث نبویہ ﷺ بیان کی گئیں۔ اس کے بعد جیسا کہ رپورٹ کے تعارف میں بھی درج ہے کہ سودی نظام معیشت کا حقیقی متبادل اسلامی نظام معیشت میں نفع و نقصان کی بنیاد پر شرکت اور قرض حسنہ ہے۔ اس مقصد کے لیے اس باب میں نفع و نقصان میں منصفانہ حصہ داری کی حوصلہ افزائی کے نکات بیان کیے گئے ہیں۔ مزید یہ کہ اس وقت معاشرہ اخلاقیات کے جس معیار پر کھڑا ہے اس میں یہ بات خارج ازامکان نہیں کہ افسران و کاروباری حضرات کی ملی بھگت سے شرکت اور قرض حسنہ میں بدعنوانیوں کو فروغ ملے۔ اسی وجہ سے کونسل میں ابتدائی مرحلے میں سود کے متبادل کچھ دوسری تدابیر[30] پر غور کیا جو شریعت کے خلاف نہیں تھیں۔ ان تدابیر میں سب سے پہلے حق الخدمت (سروس چارجز) کو رکھا گیا۔ حق الخدمت کا مطلب ہے کہ مالیاتی ادارے اصل قرض دی ہوئی رقم سے ساتھ اپنے انتظامی اخراجات کے لیے مناسب سروس چاجز بھی وصول کریں۔ کونسل نے سفارش کی کہ حق الخدمت ہمارے اسلامی معاشی نظام کی روح کے خلاف ہے اور اس کے کئی اسباب بھی سفارشات میں ذکر کیے ہیں۔[31] دوسرا متبادل امانتوں اور قرضوں کا اشاریہ ہے۔ اس میں قرض دار پر بینک کی جو رقم واجب الادا ہوگی اس روپے کی قیمت کا شمار اس وقت سے کیا جائے گا جس میں وہ رقم واجب الادا ہوگی۔ قیمتوں کا اندازہ اس مدت کے قیمتوں کے اشاریے سے کیا جاسکتا ہے۔ اس طریقہ کار میں کئی طرح مشکلات بھی ہیں۔ کیوں کہ مختلف شعبہ جات میں قیمتوں کی کمی کی وجہ سے وہ شعبہ جات خسارے میں جاسکتے

ہیں۔ بہر حال یہ تجویز پینل کی جانب سے دی جانے والی رپورٹ میں تھی۔ دوسرا پیرا گراف اسلامی نظریاتی کونسل کی جانب سے شامل کیا گیا جس میں اس طریقہ کار کی نفی کی گئی اور کہا گیا کہ نقدی اور جنس کی لین دین دونوں صورتوں میں شریعت کا اصول ہے کہ جتنی نقدی یا جنس لی گئی ہے اتنی ہی واپس کی جائے گی۔ اس میں کمی بیشی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔[32]

یہ دونوں متبادل مجوزہ تھے تاہم اسلامی نظریاتی کونسل نے ان دونوں متبادل کو اختیار کرنے سے منع کیا۔

تیسرا متبادل پٹہ داری (leasing) ہے۔ یہ معروف طریقہ کار ہے جس میں پٹہ دھندہ پٹہ دار کو اس کی ضرورت کا اثاثہ خرید کر دیتا ہے۔ جس میں استعمال کے حقوق پٹہ دار کو حاصل ہوتے ہیں اور قانونی ملکیت پٹہ دھندہ کی ہوتی ہے۔ ایک مدت طے کی جاتی ہے جس میں پٹہ دار اس اثاثہ کا کرایہ ادا کرتا ہے۔ یہ ایسی مدت ہوتی ہے جس میں پٹہ دھندہ اصل قیمت مع نفع وصول کرلیتا ہے۔ مذکورہ ادائیگی کے بعد پٹہ دھندہ اس اثاثہ کی ملکیت بھی پٹہ دار کو منتقل کر دیتا ہے۔ تاہم کونسل نے تجویز دی کہ مروجہ طریقے کے تحت انشورنس کا خرچ پٹہ دار برداشت کرتا ہے، یہ درست نہیں، بلکہ شریعت کی رو سے اس کا خرچ مالک (پٹہ دھندہ) برداشت کرے گا۔ کیوں کہ وہی اثاثہ کا مالک ہے۔[33]

چوتھا متبادل سرمایہ کاری بذریعہ نیلام کاری ہے۔ اس طریقہ کار میں تجارتی بینک طویل المیعاد قرضوں والے مالیاتی اداروں کے تعاون سے ایک مشترکہ ادارہ بنائیں۔ یہ ادارہ صنعتی منصوبوں کی پوری تفصیل بنائے گا اور پھر اس ضمانت کے ساتھ منصوبوں کا اعلان کرے گا کہ وہ ان منصوبوں کے لیے مطلوبہ مشینری فراہم کرے گا۔ جو ان میں دلچسپی رکھے وہ ان منصوبوں کی رقم لے لے اور منصوبہ خرید لے۔ منصوبے کی قیمت میں یہ ادارہ لاگت کے ساتھ کچھ نفع بھی شامل کرے گا۔ اس صورت میں نیلامی کی جائے گی کہ جو زیادہ رقم کی بولی لگائے گا اس کو دیا جائے گا۔[34]

پانچواں متبادل بیع مؤجل ہے۔ اس میں شے متعلقہ کی قیمت فوراً ادا کرنے کے بجائے کچھ عرصہ بعد یک مشت یا اقساط میں ادا کرے۔ یہ طریقہ کار صنعت وزراعت اور اندرونی وبیرونی تجارت وغیرہ کے لیے فوراً سرمائے کی ضرورت کو پوری کرنے کے لیے مفید ہے۔ اس سلسلے میں یہ لحاظ رکھا جانا چاہیے کہ متعلقہ شے خرید کر پہلے بینک کے قبضے میں آئے اور پھر بینک کی جانب سے ایجنٹ کے حوالے کی جائیں۔[35]

چھٹا متبادل ملکیتی کرایہ داری ہے۔ اس صورت میں بینک مشینری اور دیگر اشیاء ضرورت کی خریداری کے لیے رقم فراہم کریں گے اور اس صورت میں وہ ان اشیاء میں مشترکہ ملکیت کی وجہ سے اپنی اصل رقم کے علاوہ کرایہ کی مد میں بھی رقم وصول کریں گے۔ تاہم اس طریق کار میں بینک کے حصے کی ملکیت میں وہ اپنے حصے کے ٹوٹ پھوٹ اور مرمت کا کام بینک کے ذمہ ہوگا۔[36]

ساتواں متبادل عمومی شرح منافع پر سرمائے کی فراہمی ہے۔ اس طریق کار میں ایک سرکاری ایجنسی بنائی جائے گی جو مختلف شعبہ جات میں سرمایہ کاری کے منافع کا تعین کرے گی۔ بینک ان شعبہ جات کے لیے لوگوں کو سرمایہ فراہم کرے گا تاکہ وہ مطلوبہ منافع بینک

کو دے سکیں۔اس طریق کار میں زیادہ منافع کی صورت میں لوگ رضاکارانہ بینک کو منافع دیں گے جب کہ نقصان ہونے کی صورت میں وہ بینک کو نقصان کا قابل اطمینان ثبوت فراہم کریں گے۔تاکہ بینک بھی نقصان یا کم منافع پر راضی ہو جائے۔[37]

آٹھواں متبادل قرض بعوض قرض ہے۔اس طریق کار میں اگر کسی شخص کو بینک سے کچھ رقم قرض چاہیے ہو تو بینک اس شرط پر قرض دے گا کہ وہ شخص اتنی یا زیادہ مدت کے لیے بینک کو بھی رقم بطور قرض دے گا۔اس مدت میں بینک اس رقم کو منافع کے کاروبار میں استعمال کرے گا لیکن اس شخص کو طے شدہ مدت کے بعد واپس کرے گا۔تاہم اس طریق کار میں اسلامی نظریاتی کونسل کی رائے یہ تھی کہ بینک صرف ان لوگوں کو قرض دے جن کے اکاؤنٹ پہلے سے بینک میں موجود ہوں اور ان کی کتنی رقم بینک میں کتنے عرصے کے لیے رہتی ہے اس کے قواعد وضوابط مقرر کر کے قرض دیے جاسکتے ہیں۔[38]

اس سلسلے میں پینل نے جب اسلامی نظریاتی کونسل سے رجوع کیا تھا تو اسلامی نظریاتی کونسل کے علماء نے اس طریق کار کو ناجائز قرار دیا تھا۔بہر حال اس سلسلے میں کونسل کی رائے میں جو طریق کار اپنایا جانا چاہیے اس طریق کار میں بینک قرض دیتے ہوئے کوئی شرائط نہیں لگائے گا۔بلکہ وہ اپنے اطمینان کے لیے اکاؤنٹ ہولڈر کے حسابات کی جانچ پڑتال کے بعد اتنی مدت کے لیے قرض دے گا۔اسی صورت میں ہی اس کے جواز کی گنجائش نکل سکتی ہے۔

نواں اور آخر متبادل خصوصی قرضے ہیں۔اس طریق کار میں بینک بعض منصوبوں جیسے فلاح وبہبود سے تعلق رکھنے والے مقاصد کے لیے خصوصی قرضے دے سکتے ہیں۔جن میں شرکت اور دیگر متبادل کی گنجائش نہ ہو۔اب ان قرضوں پر کچھ معاوضہ لینے کے حوالے سے کونسل کی رائے تھی کہ درخواست فیس کی مد میں کچھ انتظامی اخراجات کو پورا کیا جائے۔یا انتہائی ضرورت کے مواقع پر حکومت سے مالی امداد کا طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔[39]

سود کے متبادل کے حوالے سے کونسل کی رائے تھی کہ نفع نقصان میں شرکت کے علاوہ بقیہ مذکورہ متبادل طریقوں میں سے حق الخدمت اور امانتوں اور قرضوں کے اشاریہ کے علاوہ طریقے ابتدائی اور عبوری دور کے لیے استعمال کیے جاسکتے ہیں۔[40]

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رپورٹ کے تعارفی حصہ میں ان متبادل تدابیر کے حوالہ سے کونسل کی سفارش کا وہ اقتباس نقل کیا جائے جس میں ان تدابیر کو بامر مجبوری اختیار کرنے کی تجویز دی۔چنانچہ رپورٹ میں مرقوم ہے:

"اگرچہ یہ متبادل طریقے جس صورت میں زیر نظر رپورٹ میں پیش کیے گئے ہیں، سود کے عنصر سے پاک ہیں۔تاہم اسلام کے مثالی اقتصادی نظام کے نقطہ نظر سے یہ صرف "دوسرے بہترین حل" سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔اس کے علاوہ یہ خطرہ بھی موجود ہے کہ یہ طریقے بالآخر سودی لین دین اور اس سے متعلقہ برائیوں کے از سر نو رواج کے لیے چور دروازے کے طور پر استعمال ہونے لگیں، لہٰذا یہ امر ضروری ہے کہ ان طریقوں کا استعمال کم سے کم حد تک صرف ان صورتوں اور خاص حالات میں کیا جائے جہاں یہ ناگزیر ہوں اور اس بات کی ہرگز اجازت نہ دی جائے کہ یہ طریقے سرمایہ کاری کے عام معمول کی حیثیت اختیار کرلیں۔لہٰذا کونسل

سفارش کرتی ہے کہ اس امر کا فیصلہ بنیادی پالیسی کے طور پر ہونا چاہیے کہ جوں جوں وقت گزرے گا نفع نقصان میں شرکت اور قرض حسنہ کی صورت میں فراہمی سرمایہ کے اصول کو زیادہ سے زیادہ عمل میں لایا جائے گا اور سرمایہ کاری کے یہ دوسرے طریقے بالکل ختم کر دیئے جائیں گے۔"[41]

اس کے بعد اس باب میں سود کے حقیقی متبادل نفع ونقصان میں شرکت کے اصول پر گفتگو کی۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ شراکت میں مختلف شراکت دار اپنے طور پر فی صدی منافع طے کر سکتے ہیں تاہم نقصان میں وہ اپنے سرمائے کے اعتبار سے ذمہ دار ہوں گے۔ بعد ازاں نئے نظام کی کامیابی کے لیے کونسل نے متعدد تجاویز پیش کیں۔[42]

سود کے خاتمہ کے عملی منصوبہ میں تین تجاویز پر غور کیا گیا۔ ان تجاویز میں اولاً مثالی اسلامی بینک کا قیام، ثانیاً غیر سودی نظام معیشت کے لیے جامع اسکیم اور ثالثاً سود کو تدریجاً ختم کرنے کی تجاویز شامل تھیں۔ ان تینوں تجاویز کے تمام مثبت و منفی پہلوؤں کا جائزہ لینے کے بعد تیسری تجویز، جس میں سود کو تدریجاً ختم کیا جائے، پر اتفاق کیا۔ اسی تجویز کے تحت پینل نے ابتدائی مرحلے میں مختلف شعبہ جات سے سود کے خاتمے کی تجاویز دیں تھیں۔ کونسل نے اپنی سفارشات پر عمل درآمد کے لیے مختلف مراحل میں مخصوص مدتوں کا تعین بھی کیا تھا۔[43]

پہلا باب اس اعتبار سے اہم ترین ہے کہ اس میں بیان کردہ سود کے متبادل طریقہ ہائے کار ہی ملک کے تجارتی بینک وں اور مالیاتی اداروں کے لیے عبوری دور کے لیے تجویز کیے گئے۔

دوسرے باب میں تجارتی بینکوں کے لیے سفارشات پیش کی گئیں۔ پہلے مرحلے میں یہ طے کیا گیا کہ اندرون ملک سے سود کو ختم کیا جائے اور بیرون ممالک سے لین دین میں بہر حال مجبوری میں سود کو جاری رکھا جائے گا۔ لیکن اس کو کم سے کم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس لیے کہ بین الاقوامی سطح پر سود کا خاتمہ کسی ایک ملک کے بس کی بات نہیں بلکہ اس کے لیے ایک جامع منصوبہ بنا کر اسلامی ممالک سے سود کو ختم کیا جائے۔ ان اسلامی ممالک کا اتحاد بالآخر ورلڈ بینک سمیت دیگر عالمی مالیاتی اداروں سے انحصار ختم کر کے اپنا سیٹ اپ شروع کر سکتے ہیں۔ اس باب میں اندرون ملک تجارتی بینک وں جن میں سرمایہ کاری کا کاروبار، زراعت، تجارتی شعبہ جات، تعمیرات اور نقل وحمل وغیرہ سے سود کے خاتمے کی تجاویز دی گئیں۔ ان تجاویز میں مذکورہ شعبہ جات کے لیے رائج نظام کے متبادل ملکیتی کرایہ داری، بیع مؤجل، پٹہ داری، نیلامی سرمایہ کاری، خصوصی قرضے اور نفع ونقصان میں شرکت شامل ہیں۔[44]

تیسرے باب میں بعض مخصوص مالیاتی اداروں جن میں صنعتی قرضوں اور سرمایہ کاری کی کارپوریشن، صنعتی ترقیاتی بینک، قومی ترقیاتی ومالکاری کارپوریشن، زرعی ترقیاتی بینک پاکستان، چھوٹے کاروبار کی مالکاری کارپوریشن، مساویانہ حصہ داری کا فنڈ، وفاقی بینک برائے امداد باہمی اور بیمہ کمپنیوں کو سود سے پاک کرنے کی سفارشات پیش کی گئیں۔ ان مالیاتی اداروں میں سے بعض کو کچھ مہلت

دی گئی جس میں وہ اپنے سابقہ طریقہ کار کو ختم کریں اور بعض اداروں کو اپنے طریقہ کار درست کرنے کے لیے متبادل طریقوں کی سفارشات پیش کی گئیں جن کا ذکر پہلے باب میں کیا گیا ہے۔ بین الاقوامی اداروں سے تعلقات کے ضمن میں اس بات کی سفارش کی گئی کہ ان سے شرائط منوائی جائیں کہ وہ آپ کے ساتھ سرمایہ کاری میں سود کو ختم کریں گے۔ نہ ماننے کی صورت میں ان اداروں سے اپنے حصص نکال دیے جائیں۔ مزید یہ کہ غیر ملکی کرنسی ان پر سود کو چلنے دیا جائے جب تک کہ شریعت کے مطابق اس کا کوئی متبادل حل نہ نکالا جائے۔[45]

چوتھا باب مرکزی بینک اور زرعی حکمت عملی کے حوالے سے ہے۔ اس باب میں مرکزی بینک (اسٹیٹ بینک) کی ذمہ داریوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی جو مملکت سے بلا سود نظام معیشت کے سلسلے میں مرکزی بینک ادا کر سکتا ہے۔ ان ذمہ داریوں میں سے بعض وہ ذمہ داریاں جو رائج مرکزی بینک کے ذمہ ہیں وہ برقرار رہیں گی۔ جب کہ بعض طریقوں کو مرکزی بینک تبدیل کرے گا۔ جیسا کہ مرکزی بینک دیگر بینکوں اور مالیاتی اداروں کو جو رقوم جاری کرتا ہے اس میں شرح سود کے بجائے نفع ونقصان کی بنیاد پر حصہ داری کرے گا۔ اسی طرح مرکزی بینک کی جانب سے جاری کردہ نوٹوں کے اجراء میں سرکاری کفالتوں سے سود کے عنصر کو ختم کیا جائے گا تاہم غیر ملکی کرنسی کے ذخائر میں سود کا معاملہ جاری ہے گا جب تک کہ اس کا کوئی متبادل حل نہ نکل جائے۔ کسی بھی ملک کا نظام معیشت اس وقت تک مستحکم نہیں ہوتا جب تک کہ وہاں دولت کی تقسیم منصفانہ نہ ہوا۔ مملکت میں معاشرتی انصاف نہ مہیا کیا جائے۔ لہذا اس سلسلے میں مرکزی بینک اہم کردار ادا کرے گا کہ دولت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنائے۔[46]

پانچویں اور آخری باب حکومتی لین دین سے متعلقہ ہے۔ اس باب میں حکومتی لین دین سے متعلقہ وفاقی وصوبائی کے داخلی قرضے، حکومت کے بیرونی قرضے، میونسپل اداروں اور خود مختار کارپوریشنوں کے قرضے، پراویڈنٹ فنڈ، تقاوی قرضے، سرکاری ملازمین کے قرضے اور تعزیری سود کے اطلاق کے متعلق سفارشات پیش کی گئی ہیں۔

گویا یہ رپورٹ پاکستان کے تمام مسلمہ مکاتب فکر کی متفقہ رپورٹ ہے۔ اس میں ان حضرات کے خیالات کا بھرپور جواب بھی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ملک میں شریعت نافذ کی جائے تو وہ کس مکتب فکر کے مطابق نافذ کی جائے گی۔[47]

خلاصہ بحث/سفارشات

بلا سود بینکاری رپورٹ کی تیاری (مارچ 1963ء تا جون 1980ء) تقریباً سترہ سال پر محیط ہے۔ اس رپورٹ کی تیاری میں اسلامی نظریاتی کونسل کے زیر اہتمام پاکستان کے تمام مسلمہ مکاتب فکر کے جید علماء کرام، بین الاقوامی اسلامی اسکالرز، ماہرین معاشیات اور ماہرین بینکاری نے بڑی عرق ریزی سے اس میں اپنا حصہ ڈالا۔ اس رپورٹ میں سودی نظام معیشت کے متبادل عبوری دور کے لیے بھی سفارشات پیش کی گئیں اور مستقل بنیادوں پر اسلامی نظامِ معیشت کے لیے بھی تجاویز دی گئیں۔ پاکستان کے نظامِ معیشت کے تجارتی بینکوں، مالیاتی اداروں، مرکزی بینک اور حکومتی لین سے متعلقہ امور کو تدریجاً اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے

مؤثر عملی تجاویز اس رپورٹ میں شامل ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس رپورٹ کی مدد سے پاکستان کے نظام معیشت کو اسلامی خطوط پر استوار کر دیا جاتا۔ لیکن افسوس کے فائنل رپورٹ کے تقریباً انتالیس سال گزرنے کے باوجود ایسا نہیں ہو سکا۔ اس رپورٹ کی اہمیت آج بھی اسی طرح مسلم ہے۔ کیوں کہ اس کی تیاری میں جید علماء کرام، ماہرین قانون، ماہرین معاشیات، ماہرین بینکاری اور بین الاقوامی اسلامی اسکالرز جو متفرق فقہی مذاہب سے تعلق رکھتے تھے، شامل تھے۔ دور حاضر میں معیشت گلوبلائز ہو چکی ہے اور یہ متفرق فقہی مذاہب سے تعلق رکھنے والے اشخاص واداروں کے مابین ہو رہی ہے۔ لہذا ایسا معاشی نظام وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں یہ بلا سود بینکاری رپورٹ بہت ہی اہمیت کی حامل ہے۔ اس لیے کہ اس کی تیاری میں ان تمام متفرق فقہی مذاہب کے تراث علمی سے استفادہ کیا گیا ہے۔ مزید عصر حاضر کے ماہرین معاشیات و بینکاری کے پینل نے سودی نظام معیشت کے متبادل اسلامی نظام معیشت کے لیے عملی تجاویز دیں۔ بلا سود بینکاری رپورٹ کی افادیت کو مزید بڑھانے کے لیے عصر حاضر کے جید علماء، بین الاقوامی اسلامی تحقیق کے اداروں اور ماہرینِ معاشیات و بینکاری سے اس رپورٹ کی توثیق کرانے کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ تقریباً انتالیس سال قبل اس رپورٹ کو تیار کیا گیا تھا۔ ان سالوں میں حالات کی نوعیت بھی کافی حد تک تبدیل ہو چکی ہے۔ سرمایہ کاری کے نت نئے طریقے ایجاد ہو چکے ہیں۔ لہذا اس رپورٹ کو آج کے متفرق مکاتب فکر و فقہی مذاہب، اسلامی تحقیقی اداروں اور ماہرین معاشیات و بینکاری سے اس کی توثیق اس رپورٹ کی اہمیت کو برقرار رکھے گی۔

حواشی وحوالہ جات

[1] ۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، (اسلام آباد: وزارتِ قانون و انصاف و انسانی حقوق، ۲۰۱۲ء)، حصہ نہم، اسلامی احکام، آرٹیکل 227،228۔ (نوٹ: مذکورہ آرٹیکل کا ابتدائی خاکہ تین روزہ کانفرنس (26تا28فروری2019) بعنوان "پاکستان میں قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کا عمل دستوری اداروں کے کردار کا جائزہ" منعقدہ شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، میں پیش کیا گیا ہے۔

[2] ۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، آرٹیکل 38۔

[3] ۔ امین، ڈاکٹر محمد، عصرِ حاضر اور اسلام کا نظامِ قانون، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 1989ء)، ص 161۔

[4].Council of Islamic Ideology Government of Pakistan Islamabad, Consolidated Recommendations on The Islamic Economic System, Dec.1983, P:4-9.

[5]. Advisory Council of Islamic Ideology, Government of Pakistan Islamabad ,Ten Years Reports1962 to 1972, Vol. II, 1967-1969, P:140

[6]. Ibid, p140.

[7]- Ibid, 141-142.

[8] ۔ یٰسین، ڈاکٹر اکرام الحق، اسلامی نظریاتی کونسل: ادارہ جاتی پس منظر اور کارکردگی (حصہ اول)، 2016ء، ص 177۔

[9].Consolidated Recommendations on The Islamic Economic System, P:13-19.

[10]۔اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان اسلام آباد، س سالہ رپورٹ، سالانہ رپورٹ 1976۔77، ص263۔

[11]۔اسلامی نظریاتی کونسل حکومت پاکستان، اسلام آباد، سالانہ رپورٹ جنوری ۱۹۸۰تا مئی ۱۹۸۱ء، مئی ۲۰۱۲، ص99۔

[12]۔اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان اسلام آباد، سالانہ رپورٹ ۷۹۔۱۹۷۸ء، جولائی ۱۹۹۳ء، مطبع: پرنٹنگ کارپوریشن آف پاکستان پریس، اسلام آباد، ص۲۲۷۔228،(پندرہ رکنی پینل کے نام یہ ہیں: 1۔ڈاکٹر احسان رشید پروفیسر معاشیات و ڈائریکٹر اپلائیڈ اکانومک ریسرچ سینٹر کراچی یونیورسٹی کراچی،2۔ڈاکٹر رفیق احمد پرووائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور،3۔شیخ محمد احمد لاہور،4۔مسٹر عبدالجبار خان پریذیڈنٹ حبیب بنک لمٹیڈ کراچی ،5۔ڈاکٹر نورالاسلام میاں ڈائریکٹر انسٹی ٹیوٹ آف اکانومک اسٹڈیز پشاور یونیورسٹی پشاور،6۔ڈاکٹر سید نواب حیدر نقوی۔ڈائریکٹر پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف ڈیویلمنٹ اکانومکس، اسلام آباد،7۔ڈاکٹر میاں ایم نذیر پروفیسر آف اکانومکس پشاور یونیورسٹی پشاور،8۔مسٹر ڈی ایم قریشی مینیجنگ ڈائریکٹر بینکرز ایکویٹی لمٹیڈ کراچی،9۔پروفیسر شکر اللہ صدر شعبہ معاشیات بلوچستان یونیورسٹی کوئٹہ،10۔ڈاکٹر اے ایچ صدیقی ڈائریکٹر آف اسٹڈیز ایڈ منسٹریٹو اسٹاف کالج لاہور۔،11۔مسٹر خادم حسین صدیقی ممبر پاکستان بینکنگ کونسل کراچی،12۔مسٹر اے-کے سومار کراچی،13۔مسٹر عبدالواسع بینک آف کریڈٹ اینڈ کامرس انٹرنیشنل کراچی،14۔ڈاکٹر سید محمد حسن الزماں چیف اسلامک اکانومکس ڈویژن ریسرچ ڈیپارٹمنٹ بینک دولت پاکستان،15۔ڈاکٹر ضیاءالدین احمد ڈپٹی گورنر بینک دولت پاکستان کراچی و ممبر اسلامی نظریاتی کونسل۔نفس المراجع)

[13]۔پینل کے ان تین ماہرین کے نام باوجود اسلامی نظریاتی کونسل سے مراجعت معلوم نہیں ہوسکے۔تحقیق کے بعد نام لکھے جائیں گے۔

[14]۔سالانہ رپورٹ ۷۹۔۱۹۷۸ء، ص228۔229

[15]۔نفس المرجع، ص223۔

[16]۔نفس المرجع، ص197۔

[17]۔اس سے واضح ہو رہا ہے کہ بلاسود بنکاری رپورٹ محض کسی مخصوص فقہ کو سامنے رکھ کر مرتب نہیں کی گئی بلکہ تمام مسلمہ فقہی مذاہب کے تراث علمی سے استفاد کیا گیا ہے۔

[18]۔نفس المرجع، ص197۔206۔

[19]۔نفس المرجع۔ص206۔211۔

[20]۔نفس المرجع، ص 211۔215(مذکورہ فتویٰ امدادالفتاویٰ کی جلد سوم، کتاب الحوالہ،(تبویب جدید: حضرت مولانا محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان)، مکتبہ دارالعلوم کراچی، جولائی2010ء، ص 322 میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

[21]۔نفس المرجع، ص215۔217۔

[22]۔نفس المرجع، ص218۔219۔

[23]۔نفس المرجع، ص220۔222۔

[24]۔نفس المرجع، ص223۔

[25]۔سالانہ رپورٹ ۷۹۔۱۹۷۸ء، ص284۔385۔

[26]۔سالانہ رپورٹ، جنوری ۱۹۸۰تا مئی ۱۹۸۱ء، ص100۔

[27]۔اس رپورٹ کا جامع عنوان انگریزی اور عربی میں ہے۔اردو میں اس کا نام محض "بلاسود بنکاری" اس کے مدعا کو پوری طرح واضح نہیں کرتا۔چوں کہ اس پورٹ میں نہ صرف بینکوں سے سود کے خاتمے کی تجاویز درج ہیں بلکہ پوری معاشی نظام سے ربٰو کے انسداد سے متعلقہ تجاویز ہیں۔لہٰذا اس کا مناسب عنوان "نظام معیشت سے سود کا خاتمہ اور سرمایہ کاری کے اسلامی اصول" ہو سکتا ہے۔واللہ اعلم (باعث)

[28]۔سالانہ رپورٹ جنوری ۱۹۸۰ تا مئی ۱۹۸۱ء، ص100۔

[29]۔اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان اسلام آباد، رپورٹ بلاسود بنکاری، مئی2012ء، ص9۔12۔

[30]۔ان تدابیر میں (الف) حق الخدمت (سروس چارجز)،(ب) امانتوں اور قرضوں کا اشاریہ ،(ج) پٹہ داری(Leasing)،(د) سرمایہ کاری بذریعہ نیلام کاری،(ہ) بیع مؤجل، (و) ملکیتی کرایہ داری،(ز) عمومی شرح منافع پر سرمائے کی فراہمی،(ح) قرض بعوض قرض، (ط) خصوصی قرضے شامل ہیں ۔(رپورٹ بلاسود بنکاری، ص20۔27)

[31]۔رپورٹ بلاسود بنکاری،20۔21۔

[32]۔رپورٹ بلاسود بنکاری،21۔22۔

[33]۔رپورٹ بلاسود بنکاری،22۔23۔

[34]۔رپورٹ بلاسود بنکاری،23۔24۔

[35]۔رپورٹ بلاسود بنکاری،24۔25۔

[36]۔رپورٹ بلاسود بنکاری، ص25۔26۔

[37]۔رپورٹ بلاسود بنکاری، ص26۔27۔

[38]۔رپورٹ بلاسود بنکاری، ص27۔

[39] رپورٹ بلاسود بنکاری، ص27۔28۔

[40]۔رپورٹ بلاسود بنکاری، ص29۔

[41]۔رپورٹ بلاسود بنکاری، ص13۔14۔

[42]۔رپورٹ بلاسود بنکاری، ص29۔34۔

[43]۔رپورٹ بلاسود بنکاری، ص34۔36۔

[44]۔رپورٹ بلاسود بنکاری،41۔61۔

[45]۔رپورٹ بلاسود بنکاری، ص63۔76۔

[46]۔رپورٹ بلاسود بنکاری، ص77۔94۔

[47]۔اسی طرح کا راقم (ڈاکٹر عبدالرحمٰن خان) کا مقالہ بعنوان "قیام پاکستان سے اب تک متفرق مکاتب فکر کی جانب سے اسلامی قانونی سازی کے لیے مشترکہ کاوشوں کا جائزہ "ہزارہ اسلامکس جون 2018ء میں شائع ہو چکا ہے۔جس میں قیام پاکستان سے اب تک پاکستان کے تمام مکاتب فکر کی پاکستان میں اسلامی قانون سازی کے لیے مشترکہ کاوشوں کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔جو اس امر کا ثبوت ہے کہ پاکستان کے تمام مکاتب فکر اسلامی قانون سازی کے لیے متفق ہیں۔(باحث)